حصول رزق حلال میں مانع اسباب اور ان کا سد باب

غازی عبدالرحمن قاسمی[1]

خلاصہ:

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو انسانی زندگی کے تمام شعبوں اور گوشوں کے بارے میں واضح ہدایات پیش کرتا ہے انہی میں ایک اہم شعبہ کا تعلق رزق حلال کے حصول سے ہے۔اسی لیے عبادات کی قبولیت کی شرائط میں اہم ترین شرط حلال خوری ہے یہی وجہ ہے کہ قران وسنت میں حلال وطیب کے کھانے پر زور دیا گیا اور حرام وخبیث سے بالکل اجتناب کرنے کا حکم ملتا ہے۔رزق حلال کے انسان پر مثبت جسمانی،روحانی ونفسیاتی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔اس سے دل کی اصلاح ہوتی ہے،ایمانی قوت بڑھتی ہے ،عبادات اور اعمال صالحہ کی طرف طبیعت مائل وراغب ہوتی ہے حاصل شدہ نعمتوں کی حفاظت اور ان میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔جبکہ حرام اور اس کے مشتملات انسانی مزاج اور طبیعت پر منفی اثرات کا باعث بنتے ہیں جو نہ صرف روحانی ترقی کے لیے حارج ثابت ہوتے ہیں بلکہ جسمانی ونفسیاتی طور پر بھی نقصان دہ ہوتے ہیں۔انسان عبادات اور نیکی کے کاموں سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔رزق حلال سے کیا مراد ہے ؟اس میں کونسی صورتیں داخل ہیں ؟فی زمانہ رزق حلال کے حصول میں کیا دشواریاں اور رکاوٹیں ہیں؟ان کا سد باب کیسے ممکن ہے ؟مقالہ ہذا میں اس پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔

کلیدی الفاظ: عبادات،رزق حلال،ضابطہ حیات،اسلام

رزق کا لغوی واصطلاحی معنی:

لغت میں رزق کے معنی ہیں جس چیز سے نفع اٹھایا جائے اور یہ عطاء، حصہ ،نصیب کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے اس کی جمع ارزاق ہے۔

[1] لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ ولایت حسین اسلامیہ ڈگری کالج ملتان، پاکستان

امام جوہری (م-۳۹۳ھ) لکھتے ہیں:

الرِزْقُ:ما يُنْتَفَعُ به والجمع الارزاق. والرزق العطاء[1]

''رزق سے مراد وہ چیز جس سے نفع اٹھایا جائے اور اس کی جمع ارزاق ہے اور رزق عطاء کو بھی کہتے ہیں۔''

امام رازیؒ (م-٦٠٦ھ) لکھتے ہیں:

الرزق في كلام العرب هو الحظ[2]

''کلام عرب میں رزق حصہ اور نصیب کو کہتے ہیں۔''

امام رازیؒ نے رزق بمعنی حصہ ہونے پر بطور دلیل کے درج ذیل آیت کو ذکر کیا ہے۔

﴿وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴾[3]

''اور اپنا حصہ تم یہی لیتے ہو کہ اسے جھٹلاتے ہو۔''

امام رازیؒ لکھتے ہیں:

أي حظكم من هذا الأمر، والحظ هو نصيب الرجل[4]

''یعنی اس معاملہ میں تمہارا حصہ، اور حظ آدمی کے نصیب کو کہتے ہیں۔''

اصطلاحی مفہوم بیان کرتے ہوئے امام ابن عطیہ اندلسیؒ (م-۵۴۳ھ) لکھتے ہیں:

والرزق عند أهل السنة ما صح الانتفاع به حلالا كان أو حراما، بخلاف قول المعتزلة إن الحرام ليس برزق[5]

''اور اہل سنت کے نزدیک رزق سے مراد ہر وہ چیز جس سے نفع اٹھانا صحیح ہو خواہ وہ چیز حلال ہو یا حرام بخلاف معتزلہ کے ان کے ہاں حرام رزق نہیں ہے۔''

[1] الجوھری اسماعیل بن حماد، ابو نصر، الصحاح، بیروت، دار العلم للملایین، ۱۴۰۷ھ، جلد ۴، صفحہ ۱۴۸۱

[2] الرازی، محمد بن عمر، ابو عبداللہ، مفاتیح الغیب، بیروت، داراحیاء التراث العربی، ۱۴۲۰ھ، جلد ۲، صفحہ ۲۷۵

[3] القرآن، الواقعہ: ۸۲

[4] الرازی، مفاتیح الغیب، جلد ۲، صفحہ ۲۷۵

[5] ابن عطیہ اندلسی، عبدالحق بن غالب، ابو محمد، المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۲ھ، جلد ۱، صفحہ ۸۵

رزق کی اقسام:

رزق کی دو قسمیں ہیں۔

❶ **ظاہرہ:** وہ تمام اشیاء جو انسانی بدن کے کام آتی ہیں جیسا کہ کھانے وپینے کی اشیاء اور ساز و سامان۔

❷ **باطنہ:** وہ چیزیں جن کا تعلق انسانی نفوس و قلوب سے ہے جیسا کہ علوم و معارف سے انسانی نفوس اور قلوب رزق پاتے ہیں۔[1]

حلال کا لغوی واصطلاحی مفہوم:

حلال کا لفظ ''حل'' سے بنا ہے جس کے معنی ہیں کسی بندھی ہوئی یا گرہ لگی ہوئی چیز کو کھولنا جو چیز انسان کے لیے حلال کر دی گئی ہو گویا ایک گرہ تھی جو کھول دی گئی اور پابندی ہٹادی گئی اس لیے اسے حلال کہتے ہیں۔

امام فخر الدین رازیؒ (م-۶۰۶ھ) حلال کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

الحلال المباح الذي انحلت عقدة الحظر عنه وأصله من الحل الذي هو نقيض العقد [2]

''حلال سے مراد مباح ہے جو ممنوعہ چیز کی گرہ کو کھول دیتا ہے اور اس کی اصل حل ہے جو عقد کی ضد ہے۔''

امام قرطبیؒ (م-۶۷۱ھ) لکھتے ہیں:

سمي الحلال حلالا لانحلال عقدة الخطر [3]

''حلال کا نام حلال اس لیے رکھا جاتا ہے کہ اس سے منع کی گرہ کھل جاتی ہے۔''

اور اصطلاح میں حلال سے مراد وہ چیز جس کی حلت شرعاً معلوم ہو جائے۔

امام ابو ھلال العسکریؒ (م-۳۹۵ھ) لکھتے ہیں:

أن الحلال هو المباح الذي علم إباحته بالشرع[1]

---

[1] ابن منظور افریقی، محمد بن مکرم، لسان العرب، بیروت، دار صادر، ۱۴۱۴ھ، جلد ۱۰، صفحہ ۱۱۵
ملا علی القاری، محمد، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، بیروت، دار الفکر، ۱۴۲۲ھ، جلد ۴، صفحہ ۱۵۶۹

[2] الرازی، مفاتیح الغیب، جلد ۵، صفحہ ۱۸۵

[3] القرطبیؒ، محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن، قاہرہ، دار الکتب المصریہ، ۱۳۸۴ھ، جلد ۲، صفحہ ۲۰۸

"حلال سے مراد وہ مباح ہے جس کی اباحت شرعاً معلوم ہوئی ہو۔"[1]

امام ابوالحسن ماوردیؒ (م-۴۵۰ھ) لکھتے ہیں:

ما ورد النص بتحليله في كتاب أو سنة، فهو حلال[2]

"جس چیز کے حلال ہونے کے بارے میں قرآن و سنت میں نص (تصریح) وارد ہوئی ہو وہ حلال سمجھی جائے گی۔"

حلال جاننے کے شرعی اسالیب

امام عزالدین بن عبدالسلامؒ (م-۶۶۰ھ) نے ادلہ الامر کے عنوان سے تفصیلی بحث کی ہے جو اصل کتاب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے یہاں مختصراً چند باتوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن سے حلال و مباح کی شناخت ہوسکتی ہے۔

"ہر وہ کام جس کی مدح کی گئی یا فاعل کی مدح کی گئی ہو یا اس کے ساتھ خوشخبری سنائی گئی یا محبت کا اظہار ہو یا سبب محبت قرار دیا گیا ہو یا اس کے ساتھ رضاء الٰہی کا حصول ہو یا برکت اور طیب کے الفاظ استعمال ہوئے ہوں یا وہ کام باعث ثواب ہو، یا ہدایت اور مغفرت کا ذریعہ ہو یا وہ کفارہ ہو یا اس کے لیے قبولیت اور نصرت کی نوید ہو یا اس کے کرنے سے غم اور خوف کی نفی ہو یا امن کا وعدہ ہو یا وہ اللہ کی دوستی کا سبب ہو یا اس فعل کو حیاۃ، نور اور شفاء سے متصف کیا گیا ہو یہ سب کام حلال و مباح ہوں گے۔[3]"

امام موصوفؒ نے اس کی تینتیس (۳۳) کے قریب مثالیں دی ہیں جو اس مقام پر دیکھی جاسکتی ہیں۔ تاہم ایک بات مد نظر رہے کہ بعض صورتوں میں ان کا بجالانا وجوبی ہوگا اور بعض میں مباح و مستحب جس کی تفصیل کتب اصول فقہ میں موجود ہے۔

---

[1] العسکری، الحسن بن عبداللہ، ابوھلال، معجم الفروق اللغویۃ، مصر، دار العلم والثقافۃ للنشر والتوزیع، س ن، جلد ۱، صفحہ ۲۲۵

[2] الماوردی، علی بن محمد، ابوالحسن، الحاوی الکبیر، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۹ھ، جلد ۱۵، صفحہ ۱۳۲

[3] عزالدین بن عبدالسلام، ابو محمد، الامام فی بیان ادلۃ الاحکام، بیروت، دار البشائر الاسلامیۃ، ۱۴۰۷ھ، جلد ۱، صفحہ ۸۷

پروفیسر ڈاکٹر محمد مصطفیٰ الزحیلی[1] نے بھی معرفۃ مباح وحلال کے لیے قرآن وسنت سے چند اسالیب کو بیان کیا ہے مثلاً ''ان شئت یا شئتم،عدم الجناح اور نفی الحرج، اَحَلَّ- اُحِلَّ- يُحِلُّ- حَلٰلًا''، وغیرہ کے الفاظ استعمال ہوئے ہوں تو وہ چیز شرعاً حلال ومباح ہو گی۔ کسی چیز کی حلت وحرمت کے بارے میں از روئے شریعت امر و نہی نہ ہو تو پھر اس کو مباح وحلال ہی سمجھا جائے گا اس لیے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ قرآن وسنت میں جتنی بھی حرام چیزیں بیان ہوئی ہیں ان کے علاوہ سب حلال ہو نگی۔[2]

حلال کی ضد حرام ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بھی وضاحت کر دی جائے۔

حرام کا مفہوم:

حرام وہ چیزیں کہلاتی ہیں جن کو شرعاً ممنوع قرار دیا گیا اور اور اس کے مرتکب کی شرعاً مذمت بیان کی گئی ہے۔

علامہ خلیل ابن احمدؒ (م-۱۷۰ھ) لکھتے ہیں:

الحرام ضد الحلال[3]

''حرام حلال کی ضد ہے۔''

امام ابوالحسن ماوردیؒ (م-۴۵۰ھ) لکھتے ہیں:

ما ورد النص بتحريمه في كتاب أو سنة فهو حرام[4]

''جس چیز کی حرمت کے بارے میں قرآن وسنت میں نص وارد ہوئی وہ حرام سمجھی جائے گی۔''

امام کاسانیؒ (م-۵۸۷ھ) لکھتے ہیں:

---

[1] پروفیسر ڈاکٹر مصطفیٰ الزحیلی ۱۹۴۱ء کو شام میں پیدا ہوئے ۱۹۷۱ء میں جامعۃ الازہر سے الفقہ المقارن میں پی ایچ ڈی کی اور جامعہ اردنیہ ،جامعہ دمشق ،کامعہ کویت سمیت مکتلف جامعات میں پڑھاتے رہے جامعہ شارقۃ میں کلیۃ الشریعۃ والدراسات الاسلامیہ کے سربراہ رہے اور متعدد کتب کے مصنف ہیں ۴۵۰ سے زائد فقہی وفکری مقالات مختلف مجلات میں شائع ہو چکے ہیں۔

[2] الزحیلی، محمد مصطفیٰ ،الدکتور ،الوجیز فی اصول الفقہ الاسلامی، دمشق، دار الخیر للطباعۃ والنشر والتوزیع ،۱۴۲۷ھ، جلد۱، صفحہ ۳۷۶

[3] خلیل ابن احمد ،البصری ،کتاب العین ،دار ومکتبۃ الھلال ،س ن، جلد ۳، صفحہ ۲۲۳

[4] الماوردی ،ابوالحسن ،الحاوی الکبیر، جلد ۱۵، صفحہ ۱۳۲

مطلق الحرام هو ما تثبت حرمته بدليل مقطوع به[1]

''مطلق حرام وہ چیز ہے جس کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو۔''

اور دلیل قطعی سے مراد نص قرآنی جو اپنے مفہوم میں اس قدر واضح ہو کہ اس کے معنی میں کوئی اشتباہ نہ ہو اور سنت متواترہ، مشہورہ، اجماع بھی اس میں داخل ہیں۔[2] امام فخر الدین رازیؒ (م-۶۰۶ھ) لکھتے ہیں:

وأما المحظور فهو الذي يذم فاعله شرعا وأسماؤه كثيرة[3]

''بہر حال محظور وہ چیزیں ہیں جن کے مرتکب کی شرعا مذمت کی گئی ہو اور اس کے بہت سے نام ہیں۔''

اس کے بعد انہوں نے محظور کے چند نام بیان کیے ہیں۔

۱۔ معصیت

۲۔ محرم

۳۔ ذنب

۴۔ مزجور عنہ و متوعد علیہ

۵۔ قبیح[4] امام ابوالحسن آمدیؒ (م-۶۳۱ھ) لکھتے ہیں:

ما ينتهض فعله سببا للذم شرعا بوجه ما من حيث هو فعل له[5]

''جس کا ارتکاب کرنا شرعا مذمت کا سبب بنے جب اسے انجام دیا جائے۔''

امام ابن جُزی الکلبی مالکیؒ (م-۷۴۱ھ) لکھتے ہیں:

الحرام: فهو المحرَّم والممنوع[6]

''حرام سے مراد وہ چیزیں جن کو حرام اور ممنوع قرار دیا گیا۔''

---

[1] الکاسانی، ابو بکر بن مسعود، علاء الدین، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۰۶ھ، جلد ۳، صفحہ ۵۷

[2] السمرقندی، محمد بن احمد، علاء الدین، تحفۃ الفقہاء، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۴ھ، جلد ۳، صفحہ ۳۷۰

[3] الرازی، فخر الدین، محمد بن عمر، المحصول، موسسۃ الرسالۃ، ۱۴۱۸ھ، جلد ۱، صفحہ ۱۰۱

[4] الرازی، المحصول، جلد ۱، صفحہ ۱۰۲

[5] آمدی، علی بن علی، ابوالحسن، الاحکام فی اصول الاحکام، بیروت، المکتبۃ الاسلامی، س ن، جلد ۱، صفحہ ۱۱۳

[6] ابن جزی الکلبی، محمد بن احمد، تقریب الوصول الی علم الاصول، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۲۴ھ، جلد ۱، صفحہ ۱۷۰

مذکورہ بالا تعریفات سے معلوم ہوا حرام، حلال کی ضد ہے اور جس کام کے کرنے سے منع کیا گیا ہو اور شرعاً باعث مذمت ہو وہ حرام ہے۔

تحریم کو جاننے کے شرعی اسالیب:

امام عزالدین بن عبدالسلام ادلہ الامر کی بحث میں چند صورتیں بیان کی ہیں جن سے معرفۃ تحریم ہو سکتی ہے مختصراً ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

''ہر وہ کام جس کے ترک کرنے کا مطالبہ ہو یا اس پر عتاب ہو، یا فعل اور فاعل کی مذمت کی گئی ہو یا محبت اور رضاء کی نفی ہو یا اس کام کو بہائم اور شیاطین سے تشبیہ دی گئی ہو یا وہ کام ہدایت اور مقبولیت سے مانع ہو یا اس کو سوء اور مبغوض قرار دیا ہو یا فلاح اور ہدایت کی نفی ہو یا دنیا یا آخرت کے عذاب کا باعث ہو یا اس پر مذمت اور ملامت کی گئی یا اس کو ضلالت اور معصیت کہا گیا ہو یا اس کو خبث، رجس اور نجس سے متصف کیا گیا ہو وہ اثم یا فسق یا سبب اثم قرار دیا گیا ہو یا اس پر زجر و توبیخ، لعنت، غضب اور زوال نعمت ہو یا شرعی حدود میں سے کسی حد کا نفاذ ہوتا ہو یا اس کو قساوت اور رسوائی سے تعبیر کر کے دنیا یا آخرت میں سزا کا موجب قرار دیا ہو یا اس کام کو اللہ تعالی سے عداوت اور محاربت قرار دیا ہو یا اس کام کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو بھلا دینے کا اعلان کیا ہو یا اس سے در گزر، نرمی اور مغفرت سے محروم قرار دیا ہو یا اس کام کو شیطانی قرار دیا گیا ہو یا فاعل کو شیطان کا دوست قرار دیا گیا ہو یا اس کی مذمت ظلمت اور مرض کے الفاظ سے کی گئی ہو یا جس کام سے اللہ تعالی نے اعلانیہ بیزاری اور عداوت کا اعلان کیا ہو یا ہو جنت سے محرومی کا سبب ہو یا اس شخص کو عدو اللہ کہا گیا ہو یا اس کام کے کرنے پر آخرت میں لعنت ہو یا اس کو ضلالت سے متصف کیا گیا ہو یا اس کام کی وجہ سے وہ اللہ سے دور ہوتا ہو یا وہ کام جو اللہ تعالی کی غیرت کو للکارے یہ سب کام ممنوعہ ہیں جو مذمت اور وعید کی طرف لوٹتے ہیں۔[1]''

امام موصوفؒ نے یہاں سینتالیس (۴۷) کے قریب قرآنی آیات سے مثالیں پیش کی ہیں جو ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مصطفی الزحیلی نے بھی ''معرفۃ حرام'' کے لیے قرآن وسنت سے چند اسالیب کو بیان کیا ہے مثلاً ''تحریم، حَرَّمَ، حُرِّمَ، حُرِّمَتْ، مُحَرَّمًا، وَلَا

[1] عزالدین بن عبدالسلام، الامام فی بیان ادلۃ الاحکام، جلد ۱، صفحہ ۱۰۶

تَقْرَبُوا،نَهَى، يَنْهٰى، رِجْسٌ ،اجتناب، لَا يَحِلُّ،لَا تَحِلُّ،غَضبُ الله،حَربُ الله ''کے الفاظ استعمال ہوئے ہو توں وہ چیز حرام ہو گی۔[1]مذکورہ بالا بحث کے بعد رزق حلال کا مفہوم سمجھنا آسان ہے۔

رزق حلال کا مفہوم:

وہ غذائی اور قابل انتفاع اشیاء جو شرعاً حلال وطیب ہیں اور انسانی جسم و عقل کے لیے نقصان دہ نہیں ہیں ان کو شریعت کے بتائے ہوئے طریقوں سے حاصل کرنا رزق حلال کہلاتا ہے۔امام شافعیؒ(م۔۲۰۴ھ)لکھتے ہیں:

> اصل المأكول والمشروب إذا لم يكن لمالك من الادميين. أو أحله مالكه من الادميين، حلال إلا ما حرم الله عز وجل في كتابه، أو على لسان نبيه صلى الله عليه وسلم[2]
>
> ''ماکولات اور مشروبات میں ضابطہ یہ ہے کہ جب انسانوں میں سے کوئی ان کا مالک نہ ہو یا کوئی مالک ہو مگر وہ اس کو خود دوسروں کے لیے حلال کردے تو وہ حلال ہے مگر وہ چیزیں جو اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں یا اپنے نبی ﷺ کی زبان سے حرام قرار دیں وہ حرام ہوں گی۔''

امام ابو بکر جصاص الرازیؒ(م۔۳۷۰ھ)طیب کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> والطيبات اسم يقع على ما يستلذ ويشتهى ويميل إليه القلب ويقع على الحلال[3]
>
> ''طیبات کا اسم ان چیزوں کے لیے استعمال ہوتا ہے جن سے لذت کا احساس ہوتا ہے اور طبیعت میں ان کی اشتہاء پیدا ہوتی ہے اور ان کی طرف دل کا میلان ہوتا ہے اور طیب کا اطلاق حلال چیزوں پر بھی ہوتا ہے۔''

---

[1] الزحیلی، محمد مصطفیٰ،الدکتور،الوجیز فی اصول الفقہ الاسلامی، جلد ۱، صفحہ ۳۵۳

[2] شافعی، محمد بن ادریس،الامام،الام، بیروت، دار المعرفۃ،۱۴۱۰ھ، جلد ۲، صفحہ ۲۶۹

[3] الجصاص الرازی، احمد بن علی،ابو بکر،احکام القرآن، بیروت، دار الکتب العلمیہ،۱۴۱۵ھ، جلد ۲، صفحہ ۵۶۴

معلوم ہوا اگر وہ چیز شرعاً حرام ہے تو وہ رزق حلال کے دائرہ کار سے خارج ہو گی اور اگر وہ چیز شرعاً حلال ومباح ہے مگر کسی دوسرے کی ملکیت میں ہے اور اسے غیر شرعی طریقوں سے حاصل کیا گیا ہے تو وہ بھی رزق حلال میں شامل نہیں ہو گی۔اس بحث کا خلاصہ تین باتیں ہیں۔

1. وہ چیز شرعاً حلال ومباح ہو اور طیب ہو۔
2. اگر کسی دوسرے کی ملکیت ہے تو وہ اپنی مرضی سے اس کو استعمال کی اجازت دے۔
3. اگر کسی دوسرے کی ملکیت کی چیز کو غیر شرعی طریقے سے حاصل کیا گیا تو وہ حلال نہ ہو گی۔

حصول رزق حلال کے حوالہ سے قرآن وسنت میں وارد احکامات:

قران کریم میں متعدد مقامات پر رزق حلال کو کمانے اور کھانے کا حکم دیا گیا کہیں اشارتاً بات کی گئی اور کہیں صریح الفاظ میں اس کو بیان کیا۔ارشاد ربانی ہے:

﴿وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا﴾[1] ''اور دن کو روزی کمانے کے لیے بنایا۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ۭقَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴾[2] ''اور بیشک ہم نے تم کو زمین پر رہنے کی جگہ دی اور ہم نے تمہارے لئے اس میں سامان رزق پیدا کیا تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ﴾[3]
''پس جب نماز ادا ہو چکے تو زمین میں چلو پھرو اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔''

امام قرطبیؒ (م-۶۷۱ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

---

[1] القرآن، النباء: ۱۱
[2] القرآن، الاعراف: ۱۰
[3] القرآن، الجمعۃ: ۱۰

"نماز کی ادائیگی کے بعد تجارت و دیگر ضروریات کو پورا کرنے کے لیے نکلنے کی اجازت ہے اور فضل اللہ سے مراد اللہ تعالی کی طرف سے جو رزق ہے اس کو تلاش کرو۔[1]"

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِه﴾[2]

"وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو نرم کر دیا سو تم اس کے راستوں میں چلو پھر اور اللہ کے رزق میں سے کھاؤ۔"

ان آیات میں رزق اور کسب معاش کا حکم دیا گیا ہے مگر مطلقا رزق کا ذکر ہے حلال کی قید ساتھ نہیں ہے چونکہ مشہور اصول ہے:

آیات القرآن یفسر بعضها بعضا[3]

"قرآن کریم کی بعض آیات دیگر بعض کی تفسیر بیان کرتی ہیں۔"

چنانچہ دوسرے مقام پر حلال اور طیب کی قید کے ساتھ حکم آیا ہے۔ارشاد ربانی ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا﴾[4]

"لوگو جو چیزیں زمین میں حلال طیب ہیں وہ کھاؤ۔"

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ﴾[5]

"آج تمہارے لئے سب پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں۔"

اسی طرح دوسرے مقام پر فرمایا:

[1] القرطبیّ، محمد بن احمد، ابو عبداللہ، الجامع لاحکام القران، القاہرہ، دار الکتب المصریہ، ۱۳۸۴ھ، جلد ۱۸، صفحہ ۱۰۸

[2] القرآن، الجمعۃ: ۱۰

[3] الرازی، مفاتیح الغیب، جلد ۱۷، صفحہ ۲۴۰

[4] القرآن، البقرۃ: ۱۶۸

[5] القرآن، المائدۃ: ۵

﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ ﴾[1]

''اور ان کے لیے سب پاک چیزیں حلال کرتا ہے۔''

مذکورہ بالا تمام آیات اس بات پر دلالت کر رہی ہیں کہ رزق حلال کو کھایا جائے اس کے حصول کے لیے کوشش و محنت کی جائے اس لیے کہ اللہ تعالی نے رزق اور اسباب کو پیدا فرمایا اب ان کو اختیار کرنا اور اپنی محنت کے بل بوطے پر اپنا حصہ وصول کرنا انسان کی اپنی ذمہ داری ہے۔

اسی لیے تو ایک اور مقام پر واضح فرمایا گیا:

﴿وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى﴾[2]

''اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔''

اس لیے انسان کو ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھنا چاہیے اور نہ لوگوں کے مال پر نظر رکھنی چاہیے بلکہ وہ اپنی محنت اور کوشش سے حاصل کرے۔ چنانچہ حدیث میں حلال کی طلب کو فرض اور لازم قرار دیا گیا ہے۔

فرمان نبوی ﷺ ہے:

«طَلَبُ الْحَلَالِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ»[3]

''حلال کا طلب کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔''

ایک اور حدیث میں ہے:

«طَلَبُ الْحَلَالِ فَرِيضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ»[4]

''حلال روزی کا طلب کرنا فرائض کے بعد فرض ہے۔''

ملا علی القاریؒ (م-۱۰۱۴ھ) نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے چند باتیں لکھی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

---

[1] القرآن، الاعراف: ۱۵۷

[2] القرآن، النجم: ۳۹

[3] الطبرانی، سلیمان بن احمد، ابو القاسم، المعجم الاوسط، القاہرہ، دار الحرمین، س ن، جلد ۸، صفحہ ۲۷۲، رقم الحدیث: ۸۶۱۰

[4] الطبرانی، سلیمان بن احمد، ابو القاسم، المعجم الکبیر، القاہرہ، مکتبہ ابن تیمیہ، س ن، جلد ۱۰، صفحہ ۷۴، رقم الحدیث: ۹۹۹۳

❶ کمانا اس شخص پر فرض ہے جو اپنی ذات کے لیے یا اپنے گھر والوں کی کفالت کے لیے کمائی کا محتاج ہو۔

❷ حلال کمائی سے مراد وہ رزق جس کا حرام نہ ہونا یقینی ہو تاکہ مال مشتبہ کو بھی شامل ہو جائے کیونکہ احادیث میں مشتبہ سے اجتناب کا حکم بطور احتیاط کے ہے نہ کہ فرض ہونے کی وجہ سے۔

❸ اس حدیث میں رزق حلال کو جو فرض قرار دیا گیا ہے یہ خطاب ہر فرد اور شخص کو بعینیہ نہیں ہے اس لیے کہ بہت سے لوگوں کا نان ونفقہ دوسروں پر واجب ہوتا ہے۔

❹ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ یہ کنایہ ہے اس بات سے کہ رزق حلال کا طلب وکسب فرض ہونے کے مرتبہ میں نماز، روزہ، حج وغیرہ کی طرح نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر مکلف شخص پر جو عام فرض واجب عینی ہے اس کے بعد یہ فرض ہے۔ اور بعض اہل علم نے کہا یہ فرض متعاقب ہے کہ بعض فرائض دیگر بعض کے بعد آتے ہیں اس کی کوئی انتہا نہیں ہے اس لیے کہ کسب حلال ورع کی اصل اور تقوی کی اساس ہے۔[1]

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ اللهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا،وَإِنَّ اللهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ فَقَالَ: ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا، إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ﴾[2]وَقَالَ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ﴾[3] ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ، يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ، يَا رَبِّ، يَا رَبِّ، وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ، وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ، وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ، فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ؟»[4]

"اے لوگو اللہ پاک ہے اور پاک ہی کو قبول کرتا ہے اور اللہ نے مومنین کو بھی وہی حکم دیا ہے جو اس نے رسولوں کو دیا اللہ نے فرمایا اے رسولو! تم پاک چیزیں کھاؤ اور

---

[1] ملا علی القاری، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، جلد ۵، صفحہ ۱۹۰۴

[2] القرآن، المومنون: ۵۱

[3] القرآن، البقرہ: ۱۷۲

[4] مسلم بن الحجاج، الامام، الصحیح، بیروت، دار احیاء التراث العربی، س ن، جلد ۲، صفحہ ۷۰۳، رقم الحدیث: 1015

نیک عمل کرو میں تمہارے عملوں کو جاننے والا ہوں اور فرمایا اے ایمان والو ہم نے جو تم کو پاکیزہ رزق دیا اس میں سے کھاؤ پھر ایسے آدمی کا ذکر فرمایا جو لمبے لمبے سفر کرتا ہے پریشان بال جسم گرد آلود اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف دراز کر کے کہتا ہے اے رب اے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام اور اس کا پہننا حرام اور اس کا لباس حرام اور اس کی غذا حرام تو اس کی دعا کیسے قبول ہو۔"

امام مظہر الدین الزیدانیؒ (م-۷۲۷ھ) نے اس حدیث میں بیان شدہ تین باتوں کی توضیح کرتے ہوئے لکھا ہے:

❶ إِنَّ اللهَ طَيِّبٌ: یعنی اللہ تعالیٰ صفات حدوث اور ظلم سے پاک ہے اسی لیے وہ مغضوب شدہ چیز یا کسی بھی وجہ سے حرام شئ کا صدقہ قبول نہیں فرماتا بلکہ حلال قبول فرماتا ہے۔

❷ إِنَّ اللهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ: یعنی حلال کے طلب کرنے اور حرام سے بچنے میں رسولوں اور امتوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے بلکہ تمام لوگوں پر حلال کا طلب کرنا اور حرام سے اجتناب واجب ہے۔

❸ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ: یعنی وہ شخص دور دراز مقام سے سفر کر کے مکۃ مکرمہ بیت اللہ کی زیارت کے لیے آتا ہے اور اس کے بال بکھرے ہوئے یعنی غسل نہیں کیا جیسا کہ حاجیوں کی عادت ہے اور گرد و غبار میں اٹا ہوا جو اس پر راستہ میں پڑا ہاتھ اٹھا کر اپنی ضرورت کے حوالہ دعائیں مانگتا ہے مگر حرام کھانے وپینے کی وجہ سے اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔[1]

رزق حرام کے انہی نقصانات کی وجہ سے علماء نے لکھا ہے کہ جس علاقے میں فسق وفجور عام ہو اس سے ہجرت کرنا لازمی نہیں لیکن اگر حرام رزق سے چھٹکارہ ممکن نہ ہو تو اس علاقہ سے نکل جانا واجب ہے۔

چنانچہ امام المغربیؒ (م-۱۱۱۹ھ) لکھتے ہیں:

[1] الزیدانی، الحسین بن محمود، المفاتیح فی شرح المصابیح، الکویت، دار النوادر، ۱۴۳۳ھ، جلد ۳، صفحہ ۳۸۵

وقال الجمهور: إن الهجرة من دار الفسق التي تظهر فيها المعاصي تستحب ولا تجب، إلا أن يغلب على رزقها الحرام، وجب الخروج لطلب الحلال؛ فإن طلب الحلال فريضة[1]

"جمہور علماء نے کہا ہے کہ دار الفسق جہاں معاصی کا ارتکاب ہو رہا ہو وہاں سے ہجرت کرنا مستحب ہے واجب نہیں ہے لیکن اگر حرام رزق سے چھٹکارہ ممکن نہ ہو تو اب حلال کو طلب کرنے لیے وہاں سے نکلنا واجب ہے کیونکہ حلال کا طلب کرنا فرض ہے۔"

الغرض بہت سی احادیث ہیں جن میں یہ مضمون بیان ہوا ہے کہ رزق حلال کا حصول فرض ہے اور حرام سے بچنا ضروری ہے۔ اسی طرح احادیث میں کسب حلال کے سلسلہ میں اعتدال سے کام لینے کا بھی حکم دیا گیا ہے۔[2]

حصول رزق حلال کے مدارج:

حصول رزق حلال کے چند درجات ہیں چنانچہ ملا علی القاریؒ لکھتے ہیں:

1. اتنی مقدار میں رزق حلال کا حصول اور کمائی کرنا کہ اس شخص کی اپنی اور اہل خانہ کی ضروریات کے لیے کافی ہو یہ واجب ہے اکثر علماء کا یہی قول ہے۔
2. اپنی اور اہل خانہ کی ضروریات سے زائد کمانا یہ مباح ہے جبکہ فخر اور کثرت کا اظہار مقصود نہ ہو۔ ایک قول کے مطابق یہ مکروہ ہے اس لیے کہ ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ اپنے پروردگار کی عبادت کرے جیسا کہ قران کریم میں ہے ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾[3] ہم کہتے ہیں کہ عبادت سے مراد معرفت ہے جو کہ کسب حلال کے منافی نہیں ہے اور اگر عبادت ہی مراد ہو تو پھر فرض عبادات مراد ہونگی اور یہ بھی کسب حلال کے منافی نہیں ہیں اس لیے کہ یہ سارا وقت نہیں گھیرتیں۔[4]

---

[1] المغربی، الحسین بن محمد، البدر التمام شرح بلوغ المرام، دار هجر، ۱۴۲۸ھ، جلد ۹، صفحہ ۲۰۲

[2] ابن ماجہ، محمد بن یزید، ابو عبداللہ، السنن، دار احیاء الکتب العربیہ، س ن، جلد ۲، صفحہ ۷۲۵، رقم الحدیث: ۲۱۴۲

[3] القرآن، الزاریات: ۵۶

[4] ملا علی القاری، علی، مرقاۃ المفاتیح، جلد ۵، صفحہ ۱۸۸۹

رزق حلال کے ذرائع:

حصول رزق حلال کے تین ذرائع أُصُولُ المکاسب کے تحت امام ماوردیؒ (م-۴۵۰ھ) نے بیان کیے ہیں:

❶ **زراعت**

❷ **تجارت**

❸ **صنعت و حرفت**

اس کے بعد انہوں نے یہ بحث چھیڑی ہے کہ کونسا ذریعہ افضل ہے اس میں تین قسم کی آراء ہیں چنانچہ امام شافعیؒ کے نزدیک تجارت افضل ہے اور خود امام ماوردیؒ کے ہاں زراعت افضل ہے کیونکہ کھیتی باڑی توکل کے زیادہ قریب ہے اور دوسرا اپنے ہاتھ کی کمائی ہے اور تیسرا اس میں انسانوں، حیوانات، پرندوں سب کو نفع ہوتا ہے۔ اور اس پر انہوں نے احادیث سے دلائل بھی پیش کیے ہیں۔[1] اس میں ایک اور ذریعہ بھی شامل کیا جا سکتا ہے۔

❹ **ملازمت**

بہر کیف انتخاب ذرائع میں اصل بات یہ ہے کہ حلال و حرام میں امتیاز اور فرق کا لحاظ کیا جائے۔ باقی ہر شخص اپنی استعداد اور صلاحیت کے مطابق کوئی بھی ذریعہ اختیار کر سکتا ہے۔

حصول رزق حلال میں رکاوٹیں:

عصر حاضر مادیت پرستی کا دور ہے اور آرام و تعیش کے لیے نت نئی ایجادات سامنے آچکی ہیں ان سے فائدہ اٹھانے کی خواہش تقریباً ہر شخص میں موجود ہے مگر خواہشات کی کثرت اور وسائل کی قلت مانع آجاتی ہے اس لیے اب اس بات کی زیادہ پرواہ نہیں کی جاتی کہ رزق کے حصول کے لیے ذریعہ حلال ہے یا حرام بس سوچ یہی ہے کہ ضروریات اور خواہشات کی تکمیل ہوتی رہے اسی لیے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا:

[1] النووی، یحیٰ بن شرف، ابو زکریا، المجموع شرح المھذب، دار الفکر، س ن، جلد ۹ صفحہ ۵۹

« يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ، لاَ يُبَالِي المَرْءُ مَا أَخَذَ مِنْهُ، أَمِنَ الحَلاَلِ أَمْ مِنَ الحَرَامِ»[1]

"لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی کو اس بات کی پرواہ نہیں ہوگی کہ وہ جو لے رہا ہے وہ حلال ہے یا حرام۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لوگوں میں تقویٰ ختم ہو جائے گا اور وہ حلال و حرام کے درمیان فرق نہیں کریں گے۔

امام غزالیؒ (م-۵۰۵ھ) نے حلال و حرام میں عدم فرق کے سلسلے اپنے زمانہ کے اعتبار سے جو تبصرہ کیا ہے آج بھی یہی سوچ اور صورت حال ہے:

وهذه الفريضة من بين سائر الفرائض أعصاها على العقول فهماً وأثقلها على الجوارح فعلاً ولذلك اندرس بالكلية علماً وعملاً وصار غموض علمه سبباً لاندراس عمله إذ ظن الجهال أن الحلال مفقود وأن السبيل دون الوصول إليه مسدود وانه لم يبق من الطيبات إلا الماء الفرات والحشيش النابت في الموات وما عداه فقد أخبثته الأيدي العادية وأفسدته المعاملات الفاسدة وإذا تعذرت القناعة بالحشيش من النبات لم يبق وجه سوى الاتساع في المحرمات فرفضوا هذا القطب من الدين أصلاً[2]

"رزق حلال کے طلب کرنے کا یہ فریضہ دوسرے فرائض کی بہ نسبت سمجھنا مشکل اور دشوار ہے اور اس پر عمل بھی مشکل ہے یہی وجہ ہے کہ اس فریضہ کا علم اور اس پر عمل مٹ گیا ہے۔ جاہل لوگوں نے سمجھ لیا کہ حلال چیز مفقود ہے اور اس تک پہنچے کا راستہ بھی مسدود ہے اب پاک چیزوں میں سوائے نہروں کے پانی اور غیر مملوکہ زمینوں کی سبزی رہ گئی ہے ان کے علاوہ باقی جو چیزیں ہیں ان کو ظالموں نے اپنے غیر شرعی معاملات کی وجہ سے خراب کر دیا ہے اب یہی صورت باقی ہے کہ محرمات

[1] البخاری، الجامع الصحیح، جلد ۳، صفحہ ۵۵، رقم الحدیث: ۲۰۵۹

[2] الغزالی، ابو حامد، محمد بن محمد، احیاء علوم الدین، بیروت، دار المعرفۃ، س ن، جلد ۲، صفحہ ۸۸

کا استعمال کیا جائے اس لیے کہ صرف پانی اور غیر مملوکہ زمین کی اگی ہوئی سبزی پر قناعت نہیں ہوسکتی اس لاعلمی کی وجہ سے جہلاء نے علم حلال کو ترک کر دیا۔''

آج معاشرتی چلن اور رواج اس قسم کا ہوگیا ہے کہ حرام سے خود کو بچانا بہت بڑا جہاد ہی کہا جاسکتا ہے، رشوت اور سفارش کے بغیر نوکری نہیں ملتی، ملاوٹ اور دھوکہ فراڈ عام ہوگیا ہے۔ مال و دولت کی دوڑ میں ناجائز اور حرام کو اختیار کرنا معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ رزق حلال کا حصول مشکل ضرور ہے مگر بالکل ناممکن نہیں ہے۔ اب ان اسباب اور رکاوٹوں کو ذکر کیا جاتا ہے جو رزق حلال کے حصول میں مانع ہیں۔

❶ بیروزگاری:

رزق حلال کے حصول میں بنیادی مانع اور سبب بیروزگاری ہے۔ قابل غور پہلو یہ ہے کہ جب پڑھے لکھے، قابلیت ولیاقت کے حامل افراد نوکریوں سے محروم ہیں تو معمولی تعلیم و قابلیت والے افراد کا کیا حال ہوگا؟ سارے افراد تو محنت و مزدوری کی طرف نہیں آتے بہت سے ایسے بھی ہوتے ہیں جو حالات کے جبر کی وجہ سے مختلف غلط راستوں کا انتخاب کر بیٹھتے ہیں جو نہ صرف شرعا حرام ہیں بلکہ معاشرہ کے امن و سکون کو بھی تہہ بالا کرنے کا باعث بنتے ہیں ذیل میں چند کا ذکر کیا جاتا ہے:

ا۔ گداگری:

اس وقت گداگری کی یہ صورت حال ہے کہ شاید ہی کوئی گلی اور محلہ ایسا ہو جہاں بھکاری نہ دکھائی دیتے ہوں۔ بہت سے لوگوں نے تو اسے پیشہ ہی بنالیا ہے جس کی وجہ سے اصل حقدار بھی لوگوں کے تعاون سے محروم ہو جاتے ہیں۔ جب لوگوں کو مطلوبہ روزگار نہیں ملتا یا وہ محنت و مشقت کے عادی نہیں ہوتے تو وہ بھیک مانگنا شروع کر دیتے ہیں حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: « وَمَنْ سَأَلَ النَّاسَ لِيُثْرِيَ بِهِ مَالَهُ، كَانَ خُمُوشًا فِي وَجْهِهِ يَوْمَ القِيَامَةِ، وَرَضْفًا يَأْكُلُهُ مِنْ جَهَنَّمَ، وَمَنْ شَاءَ فَلْيُقِلَّ، وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْثِرْ »[1] ''اور جو آدمی مال بڑھانے کے لئے لوگوں سے سوال کرتا ہے قیامت کے دن اس کے چہرے پر خراشیں ہوں گی ایسا شخص جہنم کے گرم پتھر کھائے گا۔ جو چاہے کم کھائے اور جو چاہے زیادہ کھائے۔''

[1] الترمذی، السنن، جلد ۳، صفحہ ۴۳، رقم الحدیث: ۶۵۳

ایک اور حدیث میں ہے:

«لَأَنْ يَحْتَطِبَ أَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلَى ظَهْرِهِ، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ أَحَدًا، فَيُعْطِيَهُ أَوْ يَمْنَعَهُ»[1]

''تم میں سے کوئی شخص لکڑیاں جمع کر کے اپنی پیٹھ پر گٹھا لاد کر لائے اس سے بہتر ہے کسی سے سوال کرے اور جس سے سوال کیا گیا وہ اس کو دے یا نہ دے۔''لیکن تین صورتوں میں سوال کرنے کی اجازت ہے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے:

«إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَصْلُحُ إِلَّا لِثَلَاثَةٍ: لِذِي فَقْرٍ مُدْقِعٍ، أَوْ لِذِي غُرْمٍ مُفْظِعٍ، أَوْ لِذِي دَمٍ مُوجِعٍ إِلَّا لِذِي فَقْرٍ مُدْقِعٍ، أَوْ غُرْمٍ مُفْظِعٍ»[2]

''سوال کرنا درست نہیں مگر تین طرح کے آدمیوں کے لئے ایک وہ جو نہایت مفلس ہو خاک میں لوٹتا ہو دوسرے وہ جو پریشان کن قرضوں کے بوجھ تلے دبا ہوا ہو۔ تیسرے وہ جس نے کوئی قتل کر ڈالا ہو اور اب اس پر دیت لازم آئی ہو۔''

امام مظہر الدین الزیدانی لکھتے ہیں:

''اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فقر شدید میں مبتلا شخص جو کہ سخت محتاجی کی وجہ سے زمین پر پڑا ہوا ہے اور اسی طرح کسی شخص پر بھاری قرض ہے اور ادائیگی کے سلسلہ میں نہایت مجبور ہے اور کسی شخص نے دیت ادا کرنی ہے مگر اس کے پاس نہ اس کے اولیاء کے پاس مال موجود ہے کہ دیت ادا کی جاسکے اور نہ بیت المال سے ادا کی جاسکتی ہے اور عدم ادائیگی کی صورت میں قاتل اور اولیاء مقتول کے درمیان مخاصمت اور فساد واقع ہو سکتا ہے تو ایسی صورت حال میں مذکورہ تینوں افراد سوال کر سکتے ہیں۔[3]''

بہر کیف شریعت کا اس مسئلہ میں عمومی مزاج یہی ہے کہ انسان کو محنت اور اپنے قوت بازو سے رزق کو حاصل کرنا چاہیے اور حتی الامکان اپنے آپ کو مانگنے سے بچائے۔

---

[1] البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ، جلد ۳، صفحہ ۵۷، رقم الحدیث: ۲۰۷۴

[2] ابو داؤد، السجستانی، السنن، جلد ۲، صفحہ ۱۲۰

[3] الزیدانی، المفاتیح فی شرح المصابیح، جلد ۲، صفحہ ۵۲۱

۲۔ قحبہ گری:

بیروزگاری کی وجہ سے کچھ لوگ قحبہ گری اور بے حیائی کے راستوں کو اختیار کر لیتے ہیں جس سے اگرچہ وقتی طور پر رقم حاصل ہو جاتی ہے مگر دنیا و آخرت دونوں ہی برباد ہو جاتے ہیں۔ قرآن وسنت میں اس سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔ دورِ نبوی ﷺ میں کچھ لوگ اپنی لونڈیوں کو اس غلط کام پر لگاتے تھے تو اس پر فرمان الٰہی نازل ہوا:

﴿وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَي الْبِغَاۗءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ [1]

''اور تمہاری لونڈیاں جو پاک دامن رہنا چاہتی ہیں انھیں دنیا کی زندگی کے فائدہ کی غرض سے زنا پر مجبور نہ کرو۔''

اسی طرح قرآن کریم میں بدکاری کے قریب جانے بھی منع کیا گیا ہے۔[2] اور دوسرے مقام پر فواحش کے الفاظ استعمال فرما کہا گیا کہ اس کے بھی قریب نہیں جانا خواہ بے حیائی اعلانیہ ہو یا پوشیدہ۔[3] اسی طرح حدیث مبارکہ میں زانیہ کی اجرت کھانے سے منع فرمایا گیا ہے۔[4] بلکہ زانیہ کی اجرت جس کو حدیث میں مہر البغی کہا گیا ہے اس کی حرمت پر اہل علم کا اجماع ہے۔[5]

۳۔ جرائم پیشہ افراد میں اضافہ:

بیروزگاری کی ہی وجہ جرائم پیشہ افراد میں اضافہ ہو رہا ہے جہاں اس میں اور وجوہات ہو سکتی ہیں وہاں ایک اہم وجہ یہ بھی ہے اور جو لوگ اپنے پیٹ کی خاطر یا اپنے گھر والوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار ہوتے ہیں، وہ ان جرائم پیشہ افراد کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں جو ان کا غلط کاموں اور راستوں کی طرف رخ موڑ دیتے ہیں جس سے وہ لوگ چوری، ڈکیتی، راہزنی، قتل، اغواء برائے تاوان سمیت جتنے جرائم ہو سکتے ہیں ان سے کام لے کر بھرپور معاوضہ دیتے ہیں۔ ظاہر یہ صورت حال بھی رزق حلال کے حصول میں مانع ہے۔

---

[1] القرآن، النور: ۳۳

[2] القرآن، الاسراء: ۳۲

[3] القرآن، الانعام: ۱۵۱

[4] البخاری، الجامع الصحیح، جلد ۳، صفحہ ۸۴، رقم الحدیث: ۲۲۳۷

[5] النووی، یحیی بن شرف، ابوزکریا، المنهاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، بیروت، داراحیاء التراث العربی، ۱۳۹۲ھ، جلد ۱۰، صفحہ ۲۳۱

❷ سودی نظام معیشت:

آج معاشی نظام سود کے گرداب میں پھنسا ہوا ہے سودی معاملات اور لین دین جاری ہے۔ بینکوں کا تو سارا دارومدار اسی پر ہے اگرچہ کچھ اہل علم نے جدید اسلامی بینکاری کے نام سے سود کا متبادل پیش کرنے کی کوشش کی ہے جس پر دیگر بعض اہل علم کو اختلاف ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ کچھ لوگوں نے تو باقاعدہ سود پر رقم دینے کا کام شروع کیا ہوا ہے۔ قرآن وسنت میں سود کی حرمت اور سخت وعیدیں آئی ہیں۔

فرمان باری ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾[1]

”جو لوگ کھاتے ہیں سود وہ نہیں کھڑے ہوں گے مگر جیسے کہ کھڑا ہوتا ہے وہ شخص جسے شیطان لپٹ کر مخبوط بنادے، یہ اس لیے کہ انہوں نے کہا کہ بیع تو سود ہی کی طرح سے ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال قرار دیا اور سود کو حرام قرار دیا۔“

اسی طرح حدیث میں ایسے افراد پر لعنت بھیجی گئی ہے:

« لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آكِلَ الرِّبَا، وَمُوكِلَهُ، وَشَاهِدَيْهِ، وَكَاتِبَهُ»[2]

”رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے کھلانے والے، اس کے گواہوں اور لکھنے والوں پر لعنت بھیجی ہے۔“

ایک اور حدیث میں ہے:

«كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبًا»[3]

”ہر وہ قرض جس کے ذریعے نفع حاصل کیا جائے وہ سود ہے۔“

---

[1] القرآن، البقرہ: ۲۷۵

[2] الترمذی، السنن، جلد ۳، صفحہ ۵۰۴، رقم الحدیث: ۱۲۰۶

[3] ابن ابی شیبہ، عبداللہ بن محمد، ابو بکر، المصنف، الریاض، مکتبۃ الرشد، ۱۴۰۹ھ، جلد ۴، صفحہ ۳۲۷، رقم الحدیث: ۲۰۶۹۰

اس سے معلوم ہوا تجارتی مقاصد کے لیے ہو یا اپنی ضروریات زندگی کو پورا کرنا مقصود ہو سود لینا جائز نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص مجبور ہو اور اس کو سود دیے بغیر قرض نہ ملتا ہو تو کیا اس کی گنجائش ہے ؟ یا یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ سودی قرض لینا کب جائز ہے ؟ علامہ ابن نجیمؒ (م-۹۷۰ھ) نے لکھا ہے کہ حاجت مندوں کے لیے سودی قرض کی گنجائش ہے۔ لیکن کونسی حاجت شرعا معتبر ہے ؟ اس بارے میں فقہاء کی صراحتوں سے اصولی طور پر یہ بات منقح ہوتی ہے کہ :

۱۔ عام حالات میں محض معیار زندگی کو خوب تر بنانے کے لیے سودی قرض جائز نہیں ہے۔

۲۔ بنیادی ضروریات، خوراک و پوشاک اور علاج و معالجہ کے لیے نہایت مجبوری کی حالت میں گنجائش ہے۔

۳۔ شدید مشقت اور ضرر کے اندیشہ کی صورت میں بھی سودی قرض کی گنجائش ہے مثلاً غیر شادی شدہ لڑکیوں کی شادی کے لیے اس پر مجبور ہو۔[1]

الغرض سود حرام ہے اس سے اجتناب ضروری ہے مگر ہمارے ہاں سودی معاملات اس قدر رواج پاچکے ہیں کہ یہ بھی رزق حلال کے حصول میں رکاوٹ ہیں۔

❸ مال و دولت کی دوڑ میں مسابقت :

من حیث المجموع اس وقت ہر شخص اپنی زندگی کو پر تعیش اور آرام دہ بنانے کے لیے دن رات صرف کیے ہوئے ہے بات اگر صرف ضروریات پورا کرنے کی حد تک ہوتی تو تشویشناک نہ تھی، مگر اس وقت زیادہ سے زیادہ امیر بننے اور دولت کی نمائش کی خواہش نے صحیح و غلط کے امتیازات کو یکسر بھلا دیا ہے بس دولت آنی چاہیے بھلے کسی بھی ذریعہ سے ہو اس طرز عمل کی وجہ سے بھی بہت سے غیر شرعی بلکہ حرام کاموں کا کھلے ارتکاب کیا جارہا ہے۔ ذیل میں چند کا ذکر کیا جاتا ہے :

۱۔ منشیات فروشی: اس وقت نشہ کی لت میں مبتلا افراد کی تعداد ہزاروں میں نہیں لاکھوں میں ہے جن میں اکثریت نسل نو کی ہے۔ ان کو نشہ اور متعلقہ چیزیں فراہم کر کے لوگ اپنی جیبیں بھر رہے ہیں مگر ان کو یہ خیال نہیں کہ ہم تو حرام کھا ہی رہے ہیں مگر ساتھ نسل نو کو بھی برباد کر رہے ہیں۔ لوگوں کی جان و مال اور صحت کی تباہی کا باعث بن رہے ہیں ان منشیات کے عادی افراد کے پاس

[1] خالد سیف اللہ رحمانی، حلال و حرام لاہور، مکتبۃ العلم، س ن، صفحہ ۳۷۱

جب پیسے نہیں ہوتے تو کوئی بھی غلط کام کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں جس سے ان کو پیسے مل جائیں جس سے وہ اپنے لیے منشیات کا انتظام کر سکیں۔ جبکہ اسلام نقطہ نظر سے نشہ آور اشیاء کا استعمال، صنعت، بیچنا سب حرام ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

«كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ»[1]

''ہر نشہ والی چیز حرام ہے۔''

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے:

«إِنَّ الَّذِيَ حَرَّمَ شُرْبَهَا، حَرَّمَ بَيْعَهَا، وَأَكْلَ ثَمَنِهَا»[2]

''جس ذات نے شراب کا پینا حرام کیا اسی نے اس کا بیچنا اور اس کی قیمت کھانا حرام قرار دیا ہے۔''

علامہ حصکفیؒ (م-۱۰۸۸ھ) لکھتے ہیں:

ويحرم أكل البنج والحشيشة والافيون لانه مفسد للعقل ويصد عن ذكر الله وعن الصلاة[3]

''بھنگ، حشیش اور افیون کا کھانا حرام ہے اس لیے کہ یہ مفسد عقل ہیں اور اللہ کے ذکر اور نماز سے روکتی ہے۔''

لہذا جب ان چیزوں کا استعمال جائز نہیں تو بیچنا بھی جائز نہیں ہے۔ مگر دولت کی خاطر لوگ یہ سب دھندے جاری رکھے ہوئے ہیں۔

۲۔ جھوٹی قسمیں کھا کر مال بیچنا: آج لوگ اپنا مال بیچنے کے لیے نہ صرف جھوٹ کا سہارا لیتے ہیں بلکہ جھوٹی قسم بھی اٹھا لیتے ہیں۔ جبکہ اس طرح مال بیچنے پر بڑی سخت وعید حدیث میں بیان ہوئی ہے۔ ''اللہ تعالی روز قیامت ایسے شخص کے ساتھ گفتگو فرمائے گا اور نہ اس کی طرف دیکھے گا جس نے

---

[1] البخاری، الصحیح، جلد ۸، صفحہ ۳۰، رقم الحدیث: ۶۱۲۴

[2] ابو یوسف، القاضی، یعقوب بن ابراہیم، الآثار، بیروت، دار الکتب العلمیہ، س ن، جلد ۱، صفحہ ۲۲۸

[3] الحصکفی، علاء الدین، محمد بن علی، الدر المختار شرح تنویر الابصار، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۳ھ، جلد ۱، صفحہ ۶۷۸

کسی سامان کے بارے میں گاہک کے سامنے جھوٹی قسم کھائی کہ اسے اس چیز کی زیادہ قیمت مل رہی تھی۔[1]"تاکہ اس طرح مشتری دھوکہ کھاجائے۔

۳۔ ملاوٹ اور دھوکہ دہی: اشیاء میں ملاوٹ کر کے ان کا وزن بڑھادینا اور اصل قیمت پر بیچنا گناہ اور حرام ہے آج، گندم، گیہوں، چاول، مرچ، مصالحہ جات، شہد سمیت دیگر غذائی اجناس اور دیگر ضرورت کی اشیاء میں لوگ ملاوٹ کر کے فروخت کر رہے ہیں جس کا مقصد صرف پیسہ ہے اسی طرح گاہک کو دھوکہ اور فراڈ کر کے چیزیں فروخت کرنے کا رجحان ہے۔ حالانکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے۔

«مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا»[2]

"جس شخص نے ہمیں دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں۔"

اسی طرح دھوکہ ایک صورت تناجش[3] ہے جس سے آپ ﷺ نے منع کیا کہ ایک شخص کا سامان خریدنے کا ارادہ نہیں ہے مگر وہ چیز کی قیمت ایسے ہی بڑھ چڑھ کر لگارہاہے تاکہ مشتری زیادہ قیمت پر خریدلے یا مشتری کو دھوکہ دینے کے لیے اس چیز کی تعریف شروع کردے چونکہ اس میں دوسرے کا نقصان ہے اس لیے اس سے منع کیا گیا ہے۔[4] اسی طرح ضرر اور غرر کی اور بھی بہت سی صورتوں کی حدیث میں ممانعت آئی ہے جس میں مشتری کا نقصان ہے۔

۴۔ **رشوت خوری:** عصر حاضر میں رشوت لینا اور دینا بالکل معیوب نہیں سمجھا جاتا کسی بھی محکمے میں کوئی کام پڑ جائے جب تک رشوت نہ دی جائے کام نہیں ہوتا بعض لوگ تو کھلے عام رشوت مانگتے ہیں اور کچھ اس کو تحائف اور ہدایا کے نام سے موسوم کر کے پیش کرتے یا وصول کرتے ہیں اور پھر اس کے عوض ان کے کام جلد ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ رشوت دینے والے اور لینے والے دونوں کے بارے میں سخت وعید آئی ہے فرمان نبوی ﷺ ہے:

«لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الرَّاشِي وَالْمُرْتَشِي»[5]

---

[1] البخاری، الصحیح، جلد ۳، صفحہ ۱۱۲، رقم الحدیث: ۲۳۶۹

[2] مسلم، الامام، الصحیح، جلد ۱، صفحہ ۹۹، رقم الحدیث: ۱۰۱

[3] البخاری، الصحیح، جلد ۳، صفحہ ۱۹۱، رقم الحدیث: ۲۷۲۳

[4] الکورانی، احمد بن اسماعیل، الکوثر الجاری الی ریاض احادیث البخاری، بیروت، داراحیاء التراث العربی، ۱۴۲۹ھ، جلد ۴، صفحہ ۴۲۳

[5] ابن ماجہ، السنن، جلد ۲، صفحہ ۷۷۵، رقم الحدیث: ۲۳۱۳

"رشوت لینے والے اور دینے والے پر اللہ کی لعنت ہے۔"

کچھ لوگ اپنے مسائل، مجبوریوں اور مہنگائی کا رونا رو کر کہتے ہیں کہ اگر ہم رشوت نہ لیں تو ہماری بہت ساری ضروریات پوری نہیں ہو نگی دوسرا جب سب ہی رشوت لے رہے ہیں تو وہاں ہم انکار کر کے دوسروں کی مخالفت کیوں مول لیں؟ فلاں نے رشوت سے اتنی جائیداد بنالی ہم کیوں نہ بنائیں؟ اپنے دل کو مطمئن کرنے کے لیے وہ بہت سے حیلے وبہانے سوچتے ہیں ظاہر ہے یہ طرز عمل بھی رزق حلال کے حصول میں مانع ہے۔

❹ سستی اور کاہلی:

بعض لوگ محنت سی جی چراتے ہیں اور وہ اپنی سستی اور کاہلی کی وجہ سے چاہتے ہیں کہ ان کو مشقت ومحنت والا کام نہ کرنا پڑے لوگ خود بخود ان کی مدد کریں ان کو زکوۃ وصدقات دیں جبکہ وہ محنت کر کے اپنی ضروریات پوری کر سکتے ہیں۔ حدیث مبارکہ میں اس سے منع کیا گیا ہے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے:

«لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ، وَلَا لِذِي مِرَّةٍ سَوِيٍّ»[1]

"کسی غنی اور تندرست آدمی کو زکوٰۃ لینا جائز نہیں۔"

جو شخص اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کی بجائے کاہلی اور سستی کی وجہ سے لوگوں کے مال اور جیب پر نظریں گاڑے بیٹھا ہو وہ کیوں رزق حلال کے حصول کے لیے کوشش کرے گا۔

❺ کاموں کو معیوب سمجھنا:

بعض لوگ حب جاہ میں مبتلا ہوتے ہیں اگر ان کو من پسند نوکری یا روزگار نہ ملے تو عام یا چھوٹے موٹے کام کو اپنی شان کے خلاف یا معیوب سمجھتے ہیں ظاہر ہے جب وہ کام نہیں کریں گے تو اپنے مسائل کو کیسے حل کریں گے؟ ایسی صورت حال میں وہ نہ صرف خود پر بلکہ بسااوقات گھر الوں کے لیے بھی بوجھ ثابت ہوتے ہیں اپنی انا کی خاطر وہ محنت ومزدوری کی بجائے چور راستوں کے ذریعے

[1] الترمذی، السنن، جلد ۳، صفحہ ۳۳، رقم الحدیث: ۶۵۲

رزق کی تلاش کریں گے جب نیت ہی درست نہ ہوگی تو پھر رزق حلال کا تصور ہی پس منظر میں چلا جائے گا۔

رزق حلال میں اضافہ کے اسباب اور رکاوٹوں کا سد باب:

رزق حلال میں اضافہ کے بہت سے اسباب ہیں اختصار کے پیش نظر چند کا ذکر کیا جاتا ہے جن پر عمل کی صورت میں حصول رزق حلال میں جو رکاوٹیں حائل ہیں ان کا بھی سد باب ہو جائے گا۔

❶ تقوی، توبہ اور استغفار کی طرف متوجہ ہونا:

تقوی کے اختیار کرنے اور گناہوں کے ترک کرنے سے اللہ تعالی کی طرف سے خصوصی برکات کا نزول ہوتا ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں بھی ہے ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓي اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾[1]

''اگر ان بستیوں کے لوگ ایمان لے آتے اور پرہیزگار ہو جاتے تو ان پر آسمان اور زمین کی برکات کے خزانے کھول دیتے مگر انہوں نے تو تکذیب کی تو ان کے اعمال کی سزا میں ہم نے ان کو پکڑ لیا۔''

ایک اور مقام پر فرمان الہی ہے:

﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّه مَخْرَجًا-وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾[2]

''اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے نجات کی صورت نکال دیتا ہے۔ اور وہ اس کو وہاں سے رزق عطا فرمائے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوگا۔''

حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو استغفار کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۭ اِنَّه كَانَ غَفَّارًا-يُّرْسِلِ السَّمَاۗءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا-وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا﴾[3]

[1] القرآن، الاعراف: ۹۶
[2] القرآن، الطلاق: ۳،۲
[3] القرآن، نوح: ۱۳،۱۱،۱۰

”پس میں نے کہا اپنے رب سے بخشش مانگو بیشک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا، اور مال و اولاد سے تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لیے باغ بنادے گا اور تمہارے لیے نہریں بنادے گا۔“

اسی طرح حضرت ہودؑ نے اپنی قوم کی توجہ استغفار اور توبہ کی طرف دلاتے ہوئے فرمایا:

﴿وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاۗءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰي قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ﴾[1]

”اور اے قوم اپنے رب سے معافی مانگو پھر اس کے آگے توبہ کرو وہ تم پر خوب بارشیں برسائے گا اور تمہاری قوت کو اور بڑھائے گا اور تم نافرمان ہو کر نہ پھر جاؤ۔“

معلوم ہوا تقویٰ، استغفار اور توبہ کرنا رزق میں اضافہ کا باعث و سبب ہے۔ لہذا جو شخص رزق حلال کا متلاشی و طالب ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنے اندر پرہیز گاری پیدا کرے اور اپنے گناہوں پر توبہ و تائب ہو اور حرام سے مکمل اجتناب کرے اور ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے۔

❷ اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُه ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِه ۭ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ﴾[2]

”جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے سو وہی اس کو کافی ہے بیشک اللہ اپنا حکم پورا کرنے والا ہے اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ مقرر کر دیا ہے۔“

اسی طرح ایک حدیث میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَوَكَّلُونَ عَلَى اللَّهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرُزِقْتُمْ كَمَا يُرْزَقُ الطَّيْرُ تَغْدُو خِمَاصًا وَتَرُوحُ بِطَانًا»[3]

---

[1] القرآن، ہود: ۵۲

[2] القرآن، الطلاق: ۳

[3] الترمذی، ابو عیسیٰ، محمد بن عیسیٰ، السنن، مصر، مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۳۹۵ھ، جلد ۴، صفحہ ۵۷۳، رقم الحدیث: ۲۳۴۴

"اگر تم اللہ پر اس طرح بھروسہ کرو جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تمہیں اس طرح رزق دے گا جس طرح پرندوں کو رزق دیتا ہے صبح کو وہ بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔"

معلوم ہوا توکل علی اللہ بھی رزق میں اضافے اور برکت کا اہم سبب ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ انسان کوشش نہ کرے ،انسانی حتی الوسع محنت و کوشش کرتے ہوئے اسباب اختیار کرے اور اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے نتیجہ اس پر چھوڑ دے ۔

❸ راہ خدا میں خرچ کرنا:

راہ خدا میں خرچ کرنا بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے جس پر اللہ تعالی اور عطا فرماتے ہیں۔قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِه وَيَقْدِرُ لَه وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُه ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾[1]

"کہو بیشک میرا رب روزی کشادہ کرتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے اور جو بھی کچھ تم لوگ خرچ کرتے ہو اس کی جگہ وہ تم کو اور دیتا جاتا ہے اور وہی ہے سب سے بہتر روزی دینے والا۔"

اسی طرح ایک حدیث میں ہے:

«هَلْ تُنْصَرُونَ وَتُرْزَقُونَ إِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ»[2]

"تمہیں کمزور لوگوں کی وجہ سے مدد دی جاتی ہے اور رزق دیا جاتا ہے۔"

امام الزیدانیؒ اور امام ابن الملک الکرمانیؒ (م-۸۵۴ھ) اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

يحصل لكم النصرة على أعدائكم ويحصل لكم أرزاقكم ببركة الفقراء والضعفاء فأكرموهم[3]

[1] القرآن ،الطلاق : ۳

[2] البخاری ،الجامع الصحیح ، جلد ۴، صفحہ ۳۶، رقم الحدیث : ۲۸۹۶

[3] الزیدانی ،المفاتیح فی شرح المصابیح ، جلد ۵، صفحہ ۲۹۱

ابن الملک الکرمانی ، محمد بن عزالدین ، شرح المصابیح ، ادارہ الثقافۃ الاسلامیہ ، ۱۴۳۳ھ ، جلد ۵، صفحہ ۴۰۶

’’تمہیں اپنے دشمنوں جو نصرت حاصل ہوتی ہے اور جو رزق عطا کیا جاتا ہے وہ فقراء اور ضعفاء کی برکت سے حاصل ہوتا ہے لہذا ان کا اکرام کیا کرو۔‘‘

معلوم ہوا ضعفاء جن میں بچے، بوڑھے، عورتیں، فقراء سب شامل ہیں ان پر خرچ کرنے کی بدولت رزق میں فراوانی ہوتی ہے۔

❹ صلہ رحمی اور حسن سلوک کا مظاہرہ:

«مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ، وَأَنْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ»[1]

’’کہ جس شخص کو پسند ہو کہ اس کے رزق میں وسعت ہو یا اس کی عمر دراز ہو تو صلہ رحمی کرے۔‘‘

لیکن اس پر ایک اشکال ہے کہ حدیث میں آتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں بچہ ہوتا ہے تو اس کا رزق اور موت کا وقت لکھ دیا جاتا ہے۔[2] تو پھر اس میں اضافہ کیسے ممکن ہے؟ بظاہر دونوں احادیث میں تعارض ہے۔

امام ابن بطال ؒ (م-۴۴۹ھ) نے دونوں حدیثوں کے درمیان تطبیق اور جمع کرتے ہوئے دو قول نقل کیے ہیں، پہلے کے مطابق، رزق میں اضافہ سے مراد برکت ہے اور نیز صدقہ خیرات کرنے سے مال بڑھتا ہے اور عمر میں درازی کا مطلب کہ مرنے کے بعد اس کا تذکرہ خیر ہوتا رہتا ہے لوگ اس کی تعریفیں کرتے رہتے ہیں گویا وہ شخص مرا نہیں بلکہ زندہ ہی ہے اور دوسرے قول کے مطابق جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو یہ لکھا جاتا ہے کہ اگر یہ صلہ رحمی کرے گا تو رزق میں وسعت ہو اور عمر دراز ہوگی اور اگر نہیں کرے گا تو ایسا نہیں ہوگا اس پر انہوں نے قرآن کریم سے دلائل بھی ذکر کیے ہیں جو اس مقام پر دیکھے جا سکتے ہیں۔[3]

❺ صبح سویرے کام کاج میں مشغول ہونا:

صبح سویرے اٹھ کر نماز پڑھنا اور پھر سونے کی بجائے اپنے کام کاج اور کاروبار میں مصروف ہونا بھی برکت کا باعث ہے کیونکہ اس بارے میں آپ ﷺ کی دعا ہے:

---

[1] البخاری، الجامع الصحیح، جلد۸، صفحہ ۵، رقم الحدیث: ۵۹۸۵

[2] البخاری، الجامع الصحیح، جلد۱، صفحہ ۷۰، رقم الحدیث: ۳۱۸

[3] ابن بطال، علی بن خلف، ابوالحسن، شرح صحیح البخاری، الریاض، مکتبۃ الرشد، ۱۴۲۳ھ، جلد۶، صفحہ ۲۰۷

«اللَّهُمَّ بَارِكْ لِأُمَّتِي فِي بُكُورِهَا» . وَكَانَ إِذَا بَعَثَ سَرِيَّةً أَوْ جَيْشًا بَعَثَهُمْ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ وَكَانَ صَخْرٌ رَجُلًا تَاجِرًاوَكَانَ يَبْعَثُ بِجَارَتَهُ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ فَأَثْرَى وَكَثُرَ مَالُهُ»[1]

”اے اللہ میری امت میں سے صبح جلدی جانے والوں کو برکت عطافرما چنانچہ آپ جب کبھی کوئی لشکر روانہ کرتے تو صبح صبح بھیجتے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت صخرؓ بھی تاجر تھے وہ بھی جب تاجروں کو بھیجتے تو شروع دن میں ہی بھیجا کرتے تھے پس وہ امیر ہوگئے اور ان کے پاس مال کی کثرت ہوگئی۔“

اس حدیث سے معلوم ہوا صبح صبح جو بھی کام کیا جائے گا، تجارت، طلب علم، سفر وغیرہ اس میں برکت ہوگی اور طبیعت بھی اس وقت تازہ دم اور نشاط والی ہوتی ہے کام بھی چستی اور دل جمعی سے ہوتا ہے۔ حضرت صخر رضی اللہ عنہ تجارت کرتے تھے جب انہوں نے اس سنت کی رعایت رکھنی شروع کی تو فضل الٰہی سے وہ مالا مال ہوگئے کیونکہ حضور اکرم ﷺ کی دعا ہے اور اس کے قبول ہونے میں تو کوئی شک نہیں ہے۔

❻ عبادت الٰہی کے لیے وقت نکالنا:

حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

«ابْنَ آدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِي أَمْلَأْ قَلْبَكَ غِنًى، وَامْلَأْ يَدَيْكَ رِزْقًا، ابْنَ آدَمَ لَا تَبَاعَدْ عَنِّي فَأَمْلَأْ قَلْبَكَ فَقْرًا، وَأَمْلَأْ يَدَيْكَ شُغْلًا»[2]

”ابن آدمؑ تم میری عبادت کے لیے خود کو فارغ کرو میں تمہارے دل کو بے نیاز کردوں گا اور تیرے ہاتھوں کو رزق سے بھر دوں گا ابن آدمؑ مجھ سے دوری نہ اختیار کرو گرنہ تیرے دل کو فقر میں مبتلا کردوں گا اور تیرے دونوں ہاتھ مشغول رہیں گے۔“

[1] ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث، السجستانی، السنن، بیروت، المکتبۃ العصریہ صیدا، س ن، جلد ۳، صفحہ ۳۵، رقم الحدیث: ۲۶۰۶
[2] الطبرانی، المعجم الکبیر، جلد ۲۰، صفحہ ۲۱۶، رقم الحدیث: ۵۰۰
الحاکم، محمد بن عبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ، جلد ۴، صفحہ ۳۶۲، رقم الحدیث: ۷۹۲۶

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالی کی عبادت کرنے سے خصوصی رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوتا ہے دل کو سکون حاصل ہوتا ہے اور دل مال و دولت کے حصول کے حوالہ سے اضطرابی کیفیت کا شکار نہیں ہوگا اور اللہ تعالی کی طرف سے ایسی نصرت ہوگی کہ رزق میں برکت وسعت اور فراوانی ہو جائے گی اور اگر دنیاوی کاموں میں ہی خود کو مصروف رکھا اور یاد الٰہی سے غفلت برتی تو سارا دن مال و دولت کے پیچھے دوڑنے کے باوجود دل کو بے فکری حاصل نہیں ہوگی اور نہ ہی فقر دور ہوگا۔

❼ حج اور عمرہ میں متابعت:

حج اور عمرہ میں متابعت بھی رزق میں فراخی اور فقر کو دور کرنے کا سبب ہے جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

«تَابِعُوا بَيْنَ الحَجِّ وَالعُمْرَةِ، فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الفَقْرَ وَالذُّنُوبَ كَمَا يَنْفِي الكِيرُ خَبَثَ الحَدِيدِ، وَالذَّهَبِ، وَالفِضَّةِ»[1]

''حج اور عمرہ پے درپے کیا کرو کیونکہ یہ دونوں فقر اور گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے سونے اور چاندی کے میل کو ختم کر دیتی ہے۔''

حج اور عمرہ میں متابعت کا مطلب دونوں کو اکھٹے کیا کرو۔ یعنی یا تو حج قران کیا کرو جس میں حج اور عمرہ ساتھ ساتھ ہوتے ہیں یا اس کا مطلب اگر تم نے حج کیا ہے تو عمرہ بھی کرو اور اگر عمرہ کیا ہے تو حج بھی کرو۔ ان سے فقر ظاہری بھی دور ہو سکتا ہے کہ مال و دولت حاصل ہو جائے اور فقر باطنی بھی دور ہو سکتا ہے کہ دل غنی ہو جاتا ہے۔[2]

ظاہر ہے جب کسی انسان کا دل غنی ہو جائے تو پھر دنیا کی حد سے زیادہ طلب اور حرص کا بھی خاتمہ ہو جائے گا اور وہ حلال کے دائرہ میں رہتے ہوئے اپنے رزق کا انتظام و انصرام کرے گا۔

❽ قناعت پسند ہونا:

دنیا دار الابتلاء ہے اس میں ہر شخص کو ہر چیز ہر وقت نہیں مل سکتی یہاں اگر خوشی کی گھڑیاں آتی ہیں تو صدمات بھی پہنچتے ہیں اگر کبھی طبیعت میں انشراح و نشاط پیدا ہوتا ہے تو کبھی انقباض اور گھٹن

---

[1] الترمذی، السنن، جلد ۳، صفحہ ۱۶۶، رقم الحدیث: ۸۱۰

[2] ملا علی القاری، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، جلد ۵، صفحہ ۱۷۵۰

بھی محسوس ہوتی ہے کبھی قہقہوں سے مجالس آباد ہوتی ہیں تو کبھی آنسو صاف کرنے والا نہیں ملتا اس لیے دنیا میں تو ہر چیز کا کامل و مکمل ہر شخص کو ملنا ناممکن ہے۔ اگر اللہ تعالی کی اطاعت کرتے ہوئے زندگی بسر کی جائے تو اللہ تعالی کا وعدہ ہے کہ جنت عطا کروں گا اور اس میں انسان کی ہر خواہش پوری ہو گی اس لیے دنیاوی زندگی میں انسان صبر و شکر اور قناعت کے ساتھ زندگی گزارے بقدر کفایت بھی رزق مل جائے تو خوشدلی سے قبول کرے اور اپنی اخروی زندگی کی بہتری کی طرف متوجہ رہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

«قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ، وَرُزِقَ كَفَافًا، وَقَنَّعَهُ اللهُ بِمَا آتَاهُ »[1]

''جس نے اسلام قبول کیا اور اسے بقدر کفایت رزق عطا کیا گیا اور اللہ نے اپنے عطا کردہ مال پر قناعت عطا کر دی تو وہ شخص کامیاب ہوا۔''

اس لیے حلال طریقے سے جو مل جائے اس پر قناعت کی جائے تو حرام اور مشتبہ چیزوں سے خود کو بچانا آسان ہے۔

⑨ بنیادی ضروریات اور خواہشات میں امتیاز کرنا:

انسان کی خواہشات لامتناہی ہیں جیسا کہ پیچھے گزر چکا کہ اس دنیا میں ان سب کا پورا ہونا ناممکن ہے مگر بنیادی ضروریات چند ایک ہیں اگر انسان اپنی بنیادی ضروریات کے حل کی طرف متوجہ رہے اور شرعی اصول کے مطابق اپنی محنت اور کوشش کو جاری وساری رکھے تو بھی حرام سے بچنا بالکل مشکل نہیں ہے اور جب کوئی شخص نیکی اور حلال کی طرف قدم بڑھاتا ہے تو اللہ تعالی کی طرف سے مدد بھی شامل حال ہو جاتی ہے۔

⑩ روزگار کی فراہمی:

حکومت کو چاہیے کہ وہ روزگار کی فراہمی کو یقینی بنائے ہر شخص سے اس کی قابلیت اور اہلیت کے مطابق کام لیا جائے اگر نئی نوکریوں کا بندوبست کرنا مشکل ہے تو نئے ایسے ادارے کھولے جائیں اور پروگرامز شروع کر دیے جائیں جن کی عصر حاضر میں ضرورت ہے جن سے سرمایہ بھی حاصل ہو اور

[1] مسلم، الصحیح، جلد ۲، صفحہ ۷۳۰، رقم الحدیث: ۱۰۵۴

نوجوانوں کی کھپت بھی ہو اس کے لیے اہم ترین بات یہ ہے کہ حکومت اپنی ترجیحات کا درست تعین کرے اور ایسے اقدامات کرے جن سے بیروزگاری کا خاتمہ ہو۔

خلاصہ بحث:

انسان پیدائش سے لے کر موت تک رزق کا محتاج ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالی نے مختلف رزق کے ذرائع پیدا فرمادیے جن سے وہ رزق حاصل کرتا ہے۔اور طلب رزق حلال کے سلسلہ میں سعی و کوشش کرنے کے احکامات صادر فرما کر بتادیا کہ اپنی محنت اور جدوجہد کے بل بوطے پر اپنا حصہ حلال طریقے سے وصول کرنا ہے اور ساتھ ناجائز اور حرام ذرائع آمدن کی قباحت بیان فرمادی کہ انسان حلال کے دائرہ کار سے نہ نکلے، فی زمانہ رزق حلال کا حصول مشکل ضرور ہے مگر اس کو ناممکن نہیں کہا جاسکتا ہے رزق حلال کے حصول میں جو رکاوٹیں حائل ہیں ان سب کا ایک ہی بنیادی حل ہے کہ انسان اپنے اندر تقوی پیدا کرے کہ میں نے اپنے پرودگار کو ایک دن جواب دینا ہے اور یہ دنیا عارضی وفانی ہے اس لیے چند روز کی لذت و منفعت کے لیے لافانی زندگی کو داؤ پر نہیں لگا سکتا اور اللہ تعالی سے دعا کرتے ہوئے رزق حلال کی تلاش کرے اور اللہ پر بھروسہ کرے ان شاء اللہ سب مسائل حل ہو جائیں گے۔

مصادر و مراجع

القرآن الحکیم

کتب تفسیر:

۱۔ الجصاص الرازی، احمد بن علی، ابو بکر، احکام القرآن، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۵ھ، جلد ۲، صفحہ ۵۶۴

۲۔ ابن عطیہ اندلسی، عبدالحق بن غالب، ابو محمد، المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۲ھ

۳۔ الرازی، محمد بن عمر، ابو عبداللہ، مفاتیح الغیب، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۰ھ

۴۔ القرطبی، محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن، قاہرہ، دار الکتب المصریہ، ۱۳۸۴ھ

کتب حدیث:

۵۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲

٦۔ ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث، السجستانی، السنن، بیروت، المکتبۃ العصریہ صیدا، س ن

۷۔ ابویوسف، القاضی، یعقوب بن ابراہیم، الآثار، بیروت، دارالکتب العلمیہ، س ن

۸۔ ابن ابی شیبہ، عبداللہ بن محمد، ابوبکر، المصنف، الریاض، مکتبۃ الرشد، ۱۴۰۹ھ

۹۔ الترمذی، ابوعیسی، محمد بن عیسی، السنن، مصر، مکتبہ مصطفی البابی الحلبی، ۱۳۹۵ھ

۱۰۔ الحاکم، محمد بن عبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ

۱۱۔ الطبرانی، سلیمان بن احمد، ابوالقاسم، المعجم الاوسط، القاہرہ، دارالحرمین، س ن

۱۲۔ الطبرانی، سلیمان بن احمد، ابوالقاسم، المعجم الکبیر، القاہرہ، مکتبہ ابن تیمیہ، س ن

۱۳۔ مسلم بن الحجاج، الامام، الصحیح، بیروت، داراحیاء التراث العربی، س ن

۱۴۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، ابوعبداللہ، السنن، داراحیاء الکتب العربیہ، س ن

کتب شروح حدیث:

۱۵۔ ابن بطال، علی بن خلف، ابوالحسن، شرح صحیح البخاری، الریاض، مکتبۃ الرشد، ۱۴۲۳ھ

۱۶۔ ابن الملک الکرمانی، محمد بن عزالدین، شرح المصابیح، ادارہ الثقافۃ الاسلامیہ، ۱۴۳۳ھ

۱۷۔ الزیدانی، الحسین بن محمود، المفاتیح فی شرح المصابیح، الکویت، دارالنوادر، ۱۴۳۳ھ

۱۸۔ الکورانی، احمد بن اسماعیل، الکوثر الجاری الی ریاض احادیث البخاری، بیروت، داراحیاء التراث العربی، ۱۴۲۹ھ

۱۹۔ المغربی، الحسین بن محمد، البدر التمام شرح بلوغ المرام، دارھجر، ۱۴۲۸ھ

۲۰۔ ملا علی القاری، محمد، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، بیروت، دارالفکر، ۱۴۲۲ھ

۲۱۔ النووی، یحیٰ بن شرف، ابوزکریا، المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، بیروت، داراحیاء التراث العربی، ۱۳۹۲ھ

کتب فقہ:

۲۲۔ السمرقندی، محمد بن احمد، علاء الدین، تحفۃ الفقہاء، بیروت، دارالکتب العلمیۃ، ۱۴۱۴ھ

۲۳۔ الحصکفی، علاء الدین، محمد بن علی، الدرالمختار شرح تنویر الابصار، دارالکتب العلمیہ، ۱۴۲۳ھ

۲۴۔ الماوردی، علی بن محمد، ابوالحسن، الحاوی الکبیر، بیروت، دارالکتب العلمیۃ، ۱۴۱۹ھ

۲۵۔ الکاسانی، ابوبکر بن مسعود، علاء الدین، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، دارالکتب العلمیۃ، ۱۴۰۶ھ

۲۶۔ الغزالی، ابوحامد، محمد بن محمد، احیاء علوم الدین، بیروت، دارالمعرفۃ، س ن

۲۷۔ النووی، یحیٰ بن شرف، ابوزکریا، المجموع شرح المہذب، دارالفکر، س ن

۲۸۔ خالد سیف اللہ رحمانی، حلال و حرام لاہور، مکتبۃ العلم، س ن

۲۹۔ شافعی، محمد بن ادریس، الامام، الام، بیروت، دارالمعرفۃ، ۱۴۱۰ھ

۳۰۔ عزالدین بن عبدالسلام، ابومحمد، الامام فی بیان ادلۃ الاحکام، بیروت، دارالبشائر الاسلامیۃ، ۱۴۰۷ھ

کتب اصول فقہ:

۳۱۔ ابن جزی الکلبی، محمد بن احمد، تقریب الوصول الی علم الاصول، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۲۴ھ

۳۲۔ الرازی، فخر الدین، محمد بن عمر، المحصول، موسسۃ الرسالۃ، ۱۴۱۸ھ

۳۳۔ الزحیلی، محمد مصطفی، الدکتور، الوجیز فی اصول الفقہ الاسلامی، دمشق، دار الخیر للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۱۴۲۷ھ

۳۴۔ آمدی، علی بن علی، ابو الحسن، الاحکام فی اصول الاحکام، بیروت، المکتبۃ الاسلامی، س ن، جلد ا، صفحہ ۱۱۳

کتب لغت:

۳۵۔ ابن منظور افریقی، محمد بن مکرم، لسان العرب، بیروت، دار صادر، ۱۴۱۴ھ

۳۶۔ الجوھری اسماعیل بن حماد، ابو نصر، الصحاح، بیروت، دار العلم للملایین، ۱۴۰۷ھ

۳۷۔ العسکری، الحسن بن عبد اللہ، ابو ھلال، معجم الفروق اللغویۃ، مصر، دار العلم والثقافۃ للنشر والتوزیع، س ن

۳۸۔ خلیل ابن احمد، البصری، کتاب العین، دار ومکتبۃ الھلال، س ن